بنی آدم اعضاے یک دیگرند

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص و عام | با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

[illegible]

اتحاد

[illegible]

دو دل یک شود بشکند کوہ را | مہینے مین دو بار نکلتا ہے - قیمت و محصول ۲ روپیہ سالانہ | پراگندگی آرد انبوہ را

جلد ۲ | ۱۶- نومبر سنہ ۱۹۰۵ء روز پنجشنبہ | نمبر ۲۲

اتحاد

ہمعصر ریاض الاخبار کا خیال صحیح ہے کہ ریاست نانپارہ مین بعض مذہبی مراسم کے ادا کرنے مین اگر کسی قسم کی کمی ہوئی تو اوسکو مذہبی تعصب سے علاقہ نہین بلکہ انتظام اور کفایت شعاری سے ہے - اب ایسے کوتہ اندیشون کو اپنی زبان روکنی چاہیے - جو ذرا ذرا سے امور کو مذہبی اختلاف پر محمول کر دیا کرتے ہین - ہمین ہرگز امید نہین کہ ایک تعلیم یافتہ اور مہذب شیعہ افسر سنیون کے مراسم بجالانے کا ذمہ دار قرار پاکے اون کو انصرام دینے مین اپنے ذاتی عقائد کو دخل دے -

---

بعض حضرات سمجھتے ہین کہ ظریف کو ہم نے نکالا ہے - یہان تک کہ ۱۶- نومبر کے ریاض الاخبار مین ایک صاحب نے لکھ بھی دیا - مگر سچ یہ ہے کہ ہم کو ظریف سے کسی قسم کا علاقہ نہین - نہ اوس کے کسی مضمون کے ہم ذمہ دار ہین - بے شک منشی نثار حسین صاحب سے ہم سے قدیم تعلقات ہین - لیکن اون کے اخبار ظریف کی نسبت یہ کہہ دینا کہ اوسے ایڈیٹر اتحاد نے نکالا ہے ویسا ہی ہے جیسے کوئی صاحب کہہ دین کہ پیام یار بھی نثار کا ہے اور قومی پریس بھی نثار کا ہے - ایڈیٹر [illegible] مشغلہ ہے جسے حضرت نثار نے اودھ پنچ کے مذاق کے موافق جاری کر دیا ہے

رہا یہ کہ اس سلسلے مین پنچ بھی کچھ زیادہ گالیان دینے لگا یہ کوئی خلاف امید بات نہین ہے۔

مگر سب سے زیادہ قابل مضحکہ یہ خیال ہے کہ نسیم پر اعتراض کرنا یا سرشار کی محبت قومی مسائل ہین۔ اور ان کو ہندو مسلمانون کے اتحاد و اختلاف سے تعلق ہے۔ تب تو سودیشی تحریک بھی قومی مسئلہ ہے۔ کیونکہ مسلمانون کی رائے اس کے خلاف ہے۔

ہندو مسلمانون کے اتحاد کا ایک زبردست ثبوت لکھنؤ کا آیندہ میڈیکل کالج بھی ہے۔ اور ہم لفٹننٹ گورنر بہادر کی مستعدی و سرگرمی کے شکر گزار ہین کہ آپ نے اس مین یونانی طب اور ویدک طریقۂ علاج کی تعلیمون کو بھی جائز رکھا۔ جیسا خیال ہے اگر یہ کالج ویسا ہی قائم ہو گیا تو نہایت ہی مفید ہو گا۔

ہمین امید تھی کہ یہ کالج شہر کے مغربی حصے سے قریب قائم کیا جائے گا اور اس امید مین کامیابی ہوئی۔ افسوس کہ یورپین حکام کو سول لائن اور کنٹونمنٹ کی قربت کے خیال سے۔ تعلقدارون کو قیصر باغ کے پاس ہونے کے لحاظ سے۔ اور دیگر عہدہ دارون کو اپنی قربت کی بنا پر شہر کے مغربی حصے کی طرف سے بالکل بے پروائی رہتی ہے یہ حصہ روز بروز اجڑتا اور پامال ہوتا چلا جاتا ہے۔ لنڈن کا مغربی حصہ دولتمندی مین مشہور ہے۔ مگر پھر بھی مشرقی حصے مین کارخانے اور صدہا فیکٹریز قائم کر دیے گئے ہین جن کی وجہ سے آبادی گو غریبون کی ہو مگر ترقی کرتی رہتی ہے۔ یہان حکام و رؤسا دونون نے لکھنؤ کے بدنصیب مغربی حصے کی طرف سے آنکھین پھیر لی ہین۔ نتیجہ یہ ہے کہ مکانات منہدم ہوتے چلے جاتے ہین اور رعایا بھاگی جاتی ہے۔ اگر کسی کو مرحوم شہر بابل کی موجودہ تصویر دیکھنی ہو تو لکھنؤ کے مشرقی محلے اور تھانہ دولت گنج کے حلقے کی سیر کر لے۔ یہ امر گورنمنٹ کے انصاف سے بعید ہے کہ ایک حصہ شہر جو کبھی نہایت آباد اور پر رونق تھا ویران ہوتا چلا جاتا ہے اور بالکل خبر نہین لی جاتی۔

ناظرین معاف فرمائین کہ ہم ادھر ڈیڑھ ماہ سے ایسے ترددات ذاتی فکرون اور امراض مین مبتلا رہے کہ دلگداز کی اشاعت مین بھی دیر ہوئی اور اتحاد کے تین پرچے تاریخون سے بہت پیچھے ہٹ گئے جو تیار ہونے پر بھی پوسٹ آفس تک نہ پہونچ سکے۔ اب ہم نے ان مصیبتون کو جھیل لیا۔ اور گونہ اطمینان حاصل کیا ہے۔ آئندہ امید ہے کہ ایسی ندامت نہ اٹھانی پڑے گی۔

مولوی بشیر الدین صاحب ایڈیٹر نجم الاخبار نے سوال کیا تھا کہ خیر القرون میں شادی و غمی کی تقریبات میں بھاجی تقسیم کرنے کا رواج تھا یا نہیں؟ اس کا جواب "ایک مسلمان برہنہ سیف" صاحب اودھ اخبار میں یہ دیتے ہیں کہ مذکورۂ بالا رسم کا رواج اس زمانۂ محمود میں ہرگز نہ تھا۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ تارک صوم و صلوٰۃ ہونے۔ ڈاڑھی منڈانے بڑی بڑی مونچھیں رکھنے۔ کوٹ پینٹ۔ ہیٹ پہننے۔ کھڑے کھڑے پیشاب کرنے۔ علی گڑھ کانفرنس منعقدۂ بمبئی میں بعض مستورات شریک کانفرنس کی بے حیائی اور خلاف شرع افعال کے ملاحظہ کرنے۔ اور سیکشن تعلیم نسوان کے متعلق چندہ کشی کرنے کا اس مبارک زمانے میں کب رواج تھا؟ اس کے بعد برہنہ سیف صاحب نے تلوار کے اور بھی بہت سے ہاتھ پھینکے ہیں۔ مگر ہمارے مولٰنا کو غصہ آنے سے پہلے ذرا اس پر بھی غور کرنا چاہیے تھا کہ ان میں سے کتنی باتوں کے مولوی بشیر الدین صاحب عامل ہیں۔ اور کتنی باتوں کو وہ جائز بتاتے ہیں۔ ان کی ڈاڑھی بہت سے مولوی صاحبوں سے بھی زیادہ لمبی ہے۔ مونچھیں بھی بڑی نہیں۔ نماز بھی پڑھتے ہیں۔ روزہ بھی رکھتے ہیں۔ نہ کوٹ پہنتے ہیں نہ پتلون نہ ہیٹ۔ اور پیشاب بیٹھ کے کرتے ہیں۔ اپنی خاتونوں کو پوری عزت و حرمت سے پردے میں رکھتے ہیں۔ رہا یہ کہ کانفرنس میں باہم

اخبار کے مؤیدوں میں بعض ان صفات کے لوگ بھی ہیں۔ اگر اتنی ہی بنیاد پر یہ سوال کیا گیا ہے تو کیا میں بھی جناب مولوی صاحب سے یہ سوال کرسکتا ہوں کہ بازاری عورتوں کا پیشہ اختیار کرنا۔ گانے بجانے کی آمدنی پہ زندگی بسر کرنا۔ [illegible] پرستی کرنا اور صدہا قسم کی مشرکانہ رسوم کو بجالانا بزرگوں کے مزاروں پہ کھڑے ہو کے ناچنا گانا۔ اور ناچ دیکھنا۔ شب و روز عیاشی و زناکاری میں منہمک رہنا (معاذ اللہ) اس عہد میں تھا یا نہیں؟ کیونکہ ان پیشوں والے اکثر مسلمانوں میں اور مسلمانوں کے اس خاص گروہ میں ہیں جو ہمارے مولٰنا کا پیرو ہے۔ اور یقیناً کسی بازاری عورت کے گھر میں مجلس یا مولود شریف پڑھنے یا کم سے کم فاتحہ خوانی کی غرض سے تشریف لے جانے کا ہمارے مولٰنا کو ضرور اتفاق ہوا ہوگا۔ افسوس ایسی ہی بے تکی باتوں اور ایسی ہی برہنہ سیفی نے علما کو بدنام کر رکھا ہے جن کا کام تھا کہ وارث انبیا ہونے کا ثبوت دیتے۔

خوشی کی بات ہے کہ کابل میں شیعوں اور سنیوں کے تعلقات دوستانہ ہوتے جاتے ہیں۔ امیر صاحب قبل اس کے کہ غزنین کے دورے کو روانہ ہوں شیعہ آفریدیوں کے مالی خیل جرگے کے چند سربرآوردہ اشخاص کابل میں حاضر ہوئے اور ایک عرضداشت پیش کی جس میں بیان کیا گیا

تھا کہ ہر چند وہ مذہباً شیعہ ہین لیکن ہمیشہ وہ بادشاہ اسلام کے فرمان بردار اور خیرخواہ رہے ہین- اور اب وہ اُن آفریدیون کی مخالفت سے امن وحفاظت مین ہین جو وقتاً فوقتاً اُن کو تکلیفین پہونچایا کرتے تھے- امیر نے نہایت شفقت سے اُن کی استدعا سماعت فرمائی اور ملکون کی روانگی کے وقت اُن کو خلعت عطا کیے- لیکن چونکہ امیر اس وقت عازم سفر تھے اس لیے اس کی نسبت کچھ نہین کہا گیا- فی الحال مقام غزنین سے امیر نے آفریدیون کے حاکم ملا سید اکبر کے نام ایک فرمان بھیجا ہے جس مین اُن کو ہدایتین کی گئی ہین کہ تیراہ کے شیعہ آئندہ پریشان نہ کیے جائین- چنانچہ ملا نے اُس کی تعمیل مین آفریدیون کے لیے ایک اعلان عام شائع کیا ہے اور اُن کو تاکید کی ہے کہ اگر اس حکم کے برخلاف آئندہ شیعہ ستائے گئے تو بدمعاشون کو سزا دی جائے گی- بلکہ اگر ضرورت لاحق ہو تو اس کی شکایتین امیر کی خدمت مین روانہ کی جائین جن کا فیصلہ وہ کرین گے- یہ بلا سبب جگہ سے دور ہوتی جاتی ہے مگر ہم مین ساعت بہ ساعت بڑھ رہی ہے- افسوس ہے

صد غنچہ بشگفت الا دلِ من
اے وا دلِ من آہ دلِ من

ظریف کے نو دس نمبر آب و تاب سے نکل چکے ہین- اور افسوس کہ بہت سے لائق لوگون کی لیاقت تو تو مین مین مین صرف ہو رہی ہے- تاہم ظریف جو کچھ کر رہا ہے لیاقت- قوت اور جوش وخروش سے کر رہا ہے جس سے اُمید پڑتی ہے کہ آئندہ یہ نہایت ہی عمدہ اور نایاب پرچہ ہوگا- بہتر ہو کہ اس کے دو ایک صفحون پر مہذب نوٹ اور خبرین بھی ہوا کرین- ہم اپنے ناظرین سے اُمید رکھتے ہین کہ وہ اس بامذاق پرچے کو ملاحظہ فرمائین گے- اور یقین ہے کہ اُنھین اس کے مضمون پر دلچسپی کا بہت سامان نظر آئے گا- منشی نثار حسین صاحب کے تعلقات اور ہمارے نام کے بار بار آنے سے بعض لوگ سمجھتے ہین کہ اس پرچے سے ہمین تعلق ہے- مگر یہ غلط ہے- ہم کو اس قسم کے مضامین لکھنا آتے ہی نہین- اور نہ ہم شاعر ہین- افسوس کہ اودھ پنچ کے طرز عمل اور ہمارے ایک مہذب ریویو نے یہ نتیجہ پیدا کیا- دلگداز مین ہم نے پنڈت دیا شنکر نسیم کے کلام پر اگر اعتراض کیے تو اُن کی بے انتہا تعریف بھی کی تھی- اور اُن کے کلام کی ان خوبیون کے ہم پوری طرح معترف ہین- مگر جس طرح تعصب نے لوگون کو یہ سوجھایا کہ ہم نسیم کے بالکل خلاف ہین اُسی طرح اب ظریف کے طرفدار کہہ رہے ہین کہ نسیم کے کلام مین کوئی خوبی نہین ہے- ہم نہین سمجھ سکتے کہ نسیم کی روح ان سخت ہتک آمیز الفاظ سُن کے کس کو گالیان دیتی ہوگی- ہمین یا اُن لوگون کو جنھون نے جب تک یہ نتیجہ نہ پیدا کر دیا چین نہ لیا-

---

کیا جب تک پولیٹکل معاملات مین اتفاق نہ کیا جائے ہندو و مسلمانون کا اتحاد نہین ہو سکتا

فی الحال سودیشی تحریک اور دیگر معاملات مین جن کو ملک کے پالٹکس سے تعلق ہے اکثر جگہ ہندو و مسلمان مختلف ہین - اور عام اصول اور فرق یہ ہے کہ ہندو لوگون نے یورپین مذاق کو زیادہ حاصل کرلیا ہے - اور اپنے آپ کو اُسی اسٹیج پر لانا چاہتے ہین جس پر یورپ و امریکہ کی رعایا اپنی قومی گورنمنٹون کی ماتحتی مین زندگی بسر کر رہی ہے - اُن مین آزادی بڑھ گئی ہے - اور چاہتے ہین کہ اپنے خواہشات واغراض کو اُسی جوش و خروش اور اُسی آزادی سے سلطنت کے سامنے پیش کرین جس جوش و آزادی سے یورپ کی رعایا پیش کیا کرتی ہے - برخلاف اس کے مسلمانون کو ابھی چندروز پیشتر کی شخصی حکومت کا خیال نہین بھولا ہے - وہ اپنے نزدیک بادشاہ کو چاہے کسی قوم وکیش کا ہو ویسا ہی بادشاہ خیال کرتے ہین جیسا کہ اپنے گزشتہ تاجدارون کی نسبت سمجھتے رہتے ہین اور جیسا کہ وہ اپنے مذہب کے چند موجودہ بادشاہون کو دیکھتے اور سُنتے ہین - اسی وجہ سے مسلمان بادشاہ کی خدمت مین عرض و معروض کرنے کے وقت ادب و لحاظ کا خیال مقدم سمجھتے ہین - اور ہندو یورپ کی رعایا کی طرح استدلال اپنی قومی قوت - باہمی اتفاق اور اُن پیرون کا دباؤ ڈالنے یا اُن کی عظمت دکھانے کو ذریعہ کامیابی باور کرتے ہین - انھین اسباب سے اکثر اُن مسائل مین جو سرکار اور رعایا کے درمیان مین پیش آگئے ہین اُن دونون گروہون مین اتفاق نہین ہوتا - کچھ یہ نہین کہ کوئی اندرونی سازش یا خفیہ تحریک ان کو اس اختلاف پر آمادہ کیا کرتی ہو - نہین بلکہ دونون قومون کے رگ و پے مین یہ مذاق اس قدر سرایت کیے ہوئے ہے کہ ان مین کا ہر متنفس چاہے کہین اور کسی جگہ ہو بغیر کسی سے پوچھے اور بغیر کسی سے مشورہ کیے وہی رائے دیتا ہے جو سب لوگون اور سب شہر والون کی ہوتی ہے -

لیکن کیا ضرورت ہے کہ اس عام اختلاف رجحان کی بنیاد پر یہ سمجھ لیا جائے کہ ہندو و مسلمانون مین اتحاد نہین ہو سکتا اگرچہ آج کل جہان تک غور سے دیکھا جاتا ہے تو اختلاف کی بنیاد صرف پالٹکس ہین - مگر کیا ممکن نہین کہ اس قسم کے پولیٹکل اختلاف کے موجود ہونے کی صورت مین ہم اپنے قدیم اخلاقی و معاشرتی اتحاد کو بدستور قایم رکھین اور اُسے روز بروز ترقی دین؟ بعض لوگون بلکہ

بہت سے لوگون کا خیال مجھے یہ نظر آتا
ہے کہ جب تک ہم پالٹکس مین اتحاد
کا ثبوت نہ دین ہم مین اتحاد نہین ہو سکتا
اور اسی بنیاد پر وہ اِس قسم کے ہر مسئلہ
کی طرف دوسرے فریق کو بلاتے ہین
اور جب اِس دعوت مین کامیابی نہین
ہوتی۔ اور کوئی اُن کی نہین سنتا تو
نا اتفاقی کا شکوہ دے کے بیٹھ جاتے
ہین۔ اور کہنے لگتے ہین کہ ہندو مسلمانون
مین اتحاد غیر ممکن ہے۔ فرض کیجیے کہ یہی
تقسیم بنگالہ کا مسئلہ ہے۔ ہندو بنگالی
اور اُن کے ساتھ سارے ہندوستان
کے ہندو گورنمنٹ کے طرز عمل کے
خلاف ہین۔ لارڈ کرزن کو بُرا بھلا کہتے
اور اُن کے تمام محاسن پر خط نسخ کھینچے
دیتے ہین۔ برخلاف اُن کے مسلمانون
کی یہ حالت ہے کہ گورنمنٹ کے اِس
فیصلے کے چندان مخالف نہین نکلتے
مین اور ہر جگہ انھون نے اپنے مذاق
کے موافق سکوت اختیار کیا۔ ڈھاکہ مین
اُنھون نے نئے لفٹننٹ گورنر کا بڑے
جوش و خروش سے اور بڑی دھوم دھام
سے استقبال کیا۔ اور ہر جگہ مسلمانون
کی سوسائٹیون اور مسلمان اخبارات
سے یہی آواز سُنی جاتی ہے کہ ہمین
گورنمنٹ کے اِس انتظام سے کوئی
اختلاف نہین ہ

اسی طرح سودیشی تحریک جب
تقسیم بنگالہ کے ساتھ وابستہ کی گئی۔
اور ہر جگہ اُس کا جوش و خروش دیکھا گیا
تو مسلمانون نے باوجودیکہ نفس کارروائی
مین ایک معقول درجہ تک ساتھ دینے
پر آمادہ تھے مگر علانیہ مخالفت کر دی۔
اور صاف کہہ دیا کہ ہم اس کو ایک ناعاقبت
اندیشی کی بے اصول کارروائی خیال کرتے
ہین۔ اور ہرگز ساتھ نہین دیتے ہین۔
بعض لوگ خیال کرتے ہین کہ ایسی تحریکون
کا مرکز اکثر علی گڑھ کالج کی جماعت ہوا کرتی
ہے۔ اور اُسی کی تحریک سے لوگ ہندوون
کا ساتھ نہین دیتے۔ مگر اِس مسئلہ مین صاف
نظر آگیا۔ کہ علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ نے
اختلاف کرنا درکنار ایک آدھ آرٹکل بنگالیون
کے جوش کی تائید مین شائع کیا مگر پھر بھی
مسلمان ہر جگہ الگ رہے۔ اِس سے بڑھکے
کیا ہوگا کہ کلکتہ مین سودیشی کارروائی کے
نقیبون یعنے کالجون اور اسکولون کے
طلبہ مین مسلمان طلبہ شاذ و نادر ہی شریک تھے۔ بازارون
مین اگر سارے ہندوون نے دکانین بند
کردین تو مسلمانون کی دکانین کھلی رہین۔
اور یہی حال ہر جگہ ہوا۔ سارا مسلمان پریس
بہ استثنائے دو ایک بزرگون کے اِس
سلسلے مین ہندوون کے خلاف ہی تھا
اور اگر دو ایک مسلمان مؤید تھے تو شاید
اُس سے زیادہ تعداد مین ہندو بھی ایسے
دکھائے جا سکین گے جو اِس تحریک کے
خلاف تھے۔ بہرحال یہ واقعات بتا رہے
ہین کہ ہندو مسلمان کا یہ عام اختلاف
مذاق کسی کے کہنے سننے یا سمجھانے بجھانے

اور اندرونی سازش کی بنیاد پر نہین بلکہ محض اس وجہ سے ہے کہ دونون کا قومی مذاق پالٹکس مین بدلا ہوا ہے۔

لیکن اس اختلاف کی وجہ سے اخلاقی اور معاشرتی تعلقات مین بھی ایک دوسرے کے مخالف بن جانا انتہا سے زیادہ لغو اور مہلک اور دونون قومون کے حق مین خطرناک ہے۔ جب ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ جس مسئلہ مین چاہے اختلاف کرے۔ اور اس کا اختلاف بغیر خاص ثبوت کے بدنیتی پر محمول نہین کیا جا سکتا اور نہ ایسا اختلاف روابط محبت کا توڑنے والا باور کیا جاتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ یہی حق کسی خاص جماعت یا قوم یا ملت کو نہ دیا جائے۔ اصل یہ ہے کہ صرف ہماری تنگ خیالیان ایسی رنجشین پیدا کرایا کرتی ہین ورنہ سچ پوچھو تو ان اختلافات کا نتیجہ باہمی رنجش و عداوت ہرگز نہ ہونا چاہیے تھا۔ اور اسی بنا پر ہماری یہ رائے ہے کہ ان پولیٹیکل اختلافات کو ہرگز باعث نااتفاقی نہ ہونا چاہیے۔

شاہزادہ والا تبار کا ورود

ہندوستان کے لیے اس سے زیادہ خوش قسمتی و مسعود طالعی کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ ہمارے آئندہ تاجدار اور ہماری اُمیدون کے مرجع و ماوی پرنس آف ویلز بہادر نے مع اپنی ستودہ صفات خاتون کے اُس کی خاک پر قدم رکھ کے اُس کا مرتبہ آسمان سے بھی زیادہ بلند کر دیا۔ یون تو جس حیثیت سے دیکھا جائے یہ ورود مسعود ہمارے لیے سرمایۂ مسرت ہے اور ہم اس خوشی مین ایسے محو ہوئے ہین کہ اپنی تمام مصیبتون کو بھول گئے ہین۔ نہ ہمین اس وقت قحط یاد ہے نہ طاعون کا اندیشہ ہے۔ نہ افلاس کی شکایت ہے۔ اور نہ ہم وطنون کی ناعاقبت اندیشیون کا دُکھڑا رونے کو جی چاہتا ہے۔ جو کچھ خیال مین ہے صرف یہ ہے کہ جہان تک ہو سکے جوش و خروش سے خوشیان منائین۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دین۔ اور اگر کوئی سامان مسرت پاس نہ ہو تو لنگوٹی پر پھاگ کھیلین۔

لیکن جو سب سے بڑی برکت ہمین نظر آتی ہے یہ ہے کہ اس اظہار مسرت مین ہندو و مسلمان اپنی باہمی رنجشون اور مخالفتون کو بھی گھڑی بھر کے لیے بھول گئے ہین۔ کیونکہ شدید اور آزار دہ مرض مین ایک لمحہ کا بھی سکون نصیب ہو جائے تو اُسے سب سے بڑی نعمت خیال کرنا چاہیے۔ ہندوؤن مسلمانون اور پارسیون کے مردون ہی نے پوری گرمجوشی و ہم آہنگی سے اپنے ولیعہد سلطنت کا استقبال نہین کیا بلکہ ہندو مسلمان اور پارسی خاتونون نے بھی شاہزادی ویلز کا خیر مقدم اس نئے طریقے اور ایسے سچے جوش سے ادا کیا کہ جس کا نمونہ اس سے پیشتر کبھی ہندوستان کی سرزمین پر

نظر نہین آیا ہوگا۔

ہندوستان کا سا ملک جہان پردہ اور گوشہ نشینی کے باعث عورتین ہر قسم کے جوش و خروش اور ہر طرح کی دلچسپیون سے محروم رہا کرتی ہین۔ جہان عورتون کا گھر سے باہر قدم نکالنا ہی باعث بے عصمتی باور کیا جاتا ہے۔ جہان اخلاقی اور پولٹیکل تحریکون کا اثر عورتون تک کسی طرح پہونچ ہی نہین سکتا وہان اس ورود ہمایون کے موقع پر اور پرنسس آف ویلز کی برکت سے عورتون کا عزت و آبرو کے ساتھ ایک بڑے مجمع مین جمع ہو جانا اور اُس حیرت انگیز سین کو بجائے کہانیون کی طرح سُننے کے خود اپنی آنکھون سے دیکھنا اتنا بڑا اہم اور غیر معمولی معاملہ ہے جو ہندوستان کی تاریخ مین ہمیشہ یادگار رہے گا۔

اور اس کے ساتھ جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ ہندو مسلمان و پارسی عورتین سب کی سب بڑا استغنا و امتیاز ایک عام جلسے مین اپنی شاہزادی کا جمال جہان آرا دیکھنے اور اُسے اپنی اطاعت و وفا کیشی کا جوش دکھانے کے لیے جمع ہو گئی تھین تو ہمین انتہا سے زیادہ حیرت ہوتی ہے۔ اور بے اختیار جی چاہتا ہے کہ اپنی خوش نصیبی پر ناز کرین اور خود اپنے آپ کو مبارکباد دینے لگین۔

مناسب ہوگا کہ شیخ عبد اللہ صاحب ایڈیٹر رسالہ خاتون جنھون نے عورتون کی ترقی کا بیڑا اُٹھایا ہے کوشش کرین کہ جلد ہی ہندوستان کے کسی شہر مین مسلمان لیڈیان جمع ہو کے شاہزادی ویلز کے دیدار سے مسرت و فخر حاصل کر سکین اگرچہ یہ امر بادی النظر مین دشوار نظر آتا ہے مگر وہ کوشش کرین گے تو ضرور کامیاب ہون گے۔ حضور بیگم صاحبہ بھوپال دام اقبالہا غالباً اس تحریک مین بڑی سرگرمی سے مدد دین گی۔ اور مشہور خواتین ہند مثلاً ایڈیٹر صاحبہ تہذیب نسوان۔ مسز سہروردیہ مس نصیر الدین حیدر صاحبہ اور دیگر سرگرم خاتونان اسلام کوشش کر کے ایک جگہ جمع کی جائین۔ ان کے سفر کے لیے سہولتین پیدا کی جائین۔ اور اپنے شوہرون یا دیگر محارم کے ساتھ سفر کر کے اُس مقام مین تشریف لانے پر آمادہ فرمائی جائین شاید بے موقع نہ ہوگا۔ اور شاید ایسی کارروائی کے لیے سب سے زیادہ موزون مقام لکھنؤ ہوگا۔ جہان کی معزز خاتونین بھی شاید کثرت سے شریک ہو سکین گی۔ گو وقت تھوڑا رہ گیا ہے لیکن قطعی اُمید ہے کہ اگر شیخ عبد اللہ صاحب کوشش فرمائین گے تو اس ارادے مین اُنھین ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔ اور حضرت بیگم صاحبہ بھوپال دام اقبالہا کی شرکت ممکن نہین کہ اُنھین کامیاب نہ کرائے۔

جدید صوبہ

لفٹنٹ گورنر مشرقی بنگال و آسام

۷- ماہ حال کی صبح کو نئے صوبہ کے دار الصدر ڈھاکہ مین داخل ہوئے۔ جہاز برہما کنڈ کمشنر صاحب کے بنگلے کے سامنے لنگر زن ہوا۔ چار بجے شام کو محمڈن ایسوسی ایشن کا اڈریس قبول کرنے کے لیے ہز آنر جہاز سے اُترے لفٹنٹ گورنر کا مناسب طور سے استقبال کرنے کے لیے مسلمانون نے بڑی تیاری کی تھی۔ جیسے ہی ہز آنر کی کشتی زینہ سمندر کے پاس پہونچی ویسے ہی کئی ہزار مسلمانون کے مجمع نے ہز آنر کے لیے خوشی کے نعرے بلند کیے۔ اور مسٹر سیلوچ سی- ایس- آئی و مسٹر نیتھس سی- آئی- ای ممبران بورڈ ریونیو۔ مسٹر انگلش کمشنر ڈھاکہ ڈویژن و نواب صاحب بہادر ڈھاکہ و راجہ سری ناتھ رائے صاحب بیگیا کھل نے ہز آنر کا استقبال کیا۔ ایک بہت بڑے شامیانے کے نیچے یورپین اور ہندوستانی افسر اور بہت سے مسلمان زمیندارون کے قائم مقام اور مسلمان سوسائٹیون کے سرغنہ جمع تھے وہان یہ اڈریس پیش کیا گیا۔ پراونشل محمڈن ایسوسی ایشن مشرقی بنگال و آسام کی اکزیکیٹو کمیٹی کے ممبر اور صوبہ کے مسلمان زمیندارون کے قائم مقام اسی اول موقع پر جب یور آنر اس جدید صوبہ کے حکمران کی حیثیت سے اول مرتبہ تشریف لائے ہین نہایت ادب کے ساتھ آپ کے خیر مقدم کا یہ ذلیل و حقیر اڈریس آپ کی خدمت مین پیش کرنے کو حاضر ہوئے ہین۔ اور جرأت کی ہے کہ ہم اس موقع پر عالی تبار شخص و عالی تاج و تخت ہز گریشس مجسٹی شاہ و شہنشاہ کے حضور مین اپنی خیر خواہی و فرمانبرداری ظاہر کرین اور ہم نہایت فخر و ناز کے ساتھ خیال کرتے ہین کہ ہمارا فرمان روا اس قدر مسلمانون کا حکمران ہے۔ کہ تمام دُنیا مین کوئی فرمانروا اس قدر مسلمانون پر حکومت نہین کرتا ہے۔ یور آنر کو ہم یقین دلواتے ہین کہ ہندوستان کے مسلمانون سے زیادہ ہز مجسٹی کی کوئی خیر خواہ رعایا نہین ہے۔

ہمارے ضلع و شہر کی سابق تاریخ

مشرقی بنگال کی تاریخ مین شریک ہے عہد اہل اسلام کے قبل بنگال کا دار الصدر امپال مین تھا جو اسی ضلع مین واقع ہے اور یہان سے چند گھنٹے کی راہ ہے۔ اور مسلمان شاہان بنگال کی خود مختار حکومت مین ستارگانون دار الصدر رہا۔ جس کی ململ تمام دُنیا مین مشہور ہے۔ اس کے بعد ڈھاکہ دار الصدر قرار دیا گیا۔ ۱۷۰۴ء تک یہی دار الصدر رہا۔ بعد ازان گورنمنٹ کا دار الصدر مرشد آباد قرار دیا گیا۔ پس جس روز ڈھاکہ دار الصدر

ہو رہا اُسی روز سے اس کی عظمت و شان
جاتی رہی- اس کی تجارت و صنعت و حرفت
مین تنزل آنے لگا حتے کہ جس شہر مین
سابقاً کو لاکھ آبادی تھی اب اُسی شہر
مین ترانوے ہزار آبادی ہے-

ہم ہز اکسلنسی لارڈ کرزن کے
صدق دل کے ساتھ ممنون ہین کہ انھون
نے اس پرانے شہر کا پھر درجہ قائم
کیا- اور ایک صوبے کا اسے دار الصدر
قرار دیا- اور ایک گورنر بھی جو بہت ہی
اعلے لیاقت اور بڑا اور مختلف طرح کا
تجربہ اور بہت بڑے انتظامی اوصاف
رکھتا ہے یعنے یور آنر کو یہان کے
تیس ملین باشندون پر حکمرانی کے
لیے بھیجا- ہمین دل سے اُمید ہے کہ یور آنر
کے عہد حکومت مین اس شہر کو سرسبزی
و فلاح ہوگی- خداوند کریم نے اٹھارہ
ملین مسلمانون کو یور آنر ایسے عقیل و
فہیم فرمانروا کے سپرد کیا ہے-
یہان جس قدر تعداد کے مسلمان
ہین ہندوستان کے کسی صوبے
مین نہین ہین- یور آنر ہمارے
خیالات اور طبیعتون اور ہمارے
ہم مذہبون کی روایات و خیالات سے
بخوبی واقف ہین- ہمین اُمید قوی ہے
کہ مسلمانون کی بہبودی و تعلیم مین
یور آنر دلچسپی سے سرپرستی فرمائین گے-

ہمین معلوم ہوا کہ یور آنر اور
ہز اکسلنسی وائسرائے سے ملاقات
ہونے والی ہے- چونکہ اُن کے ہندوستان
سے روانہ ہونے پر ہمین بالمواجہ
افسوس ظاہر کرنے کا موقع نہین ملا ہے
پس اُمیدوار ہین کہ اُنھون نے ہمارے
لیے جو جو کام کیے ہین اُن کی نسبت
آپ ہماری طرف سے بہت بڑا شکریہ
ادا کرین گے- اور مشرقی بنگال و آسام
کے مسلمانون کی طرف سے اُن سے
خداحافظ کہین گے-

آخر مین ہم بدل دست بدعا ہین
کہ احکم الحاکمین یور آنر کے تمام کامون
مین برکت دے- اور اس صوبے کے
لوگون کی ترقی اور فائدے کے لیے کام
کرنے کی آپ مین طاقت و قوت بخشے-

لفٹنٹ گورنر نے اس کا یہ
جواب دیا-

نواب صاحب بہادر و خان بہادر
محمد یوسف اور رؤساے اہل اسلام

مین آپ حضرات کا بہت شکرگزار
ہون کہ جس وقت کے مین نے اپنا
پہلا قدم سرزمین ڈھاکہ پر رکھا ہے
اُسی وقت سے آپ صاحبون نے مجھے
مبارکباد دی- اُس کے عوض مین مین
آپ صاحبون کو مبارکباد دیتا ہون
اور خدا سے بدل دعا کرتا ہون کہ اس
نئے انتظام سے ملک اور رؤساے
رعایاے ملک کو فائدہ پہونچے- اور
اعلے حضرت ملک معظم شاہ ایڈورڈ
ہفتم کی رونق زیادہ ہو- مین افسوس

کرتا ہون کہ ڈھاکہ کے بہت سے باشندے اپنے شہر اور اپنے گھر دن اور اپنے بچون کی طرف سے تو آنکھین بند کر لیتے ہین اور کلکتہ کی طرف کان لگا دیتے ہین انشا اللہ تعالے اُن کی مشکلین کھل جائینگی۔ ہمیشہ آپ کی اِس بات کی تعریف کی جائے گی کہ جن لوگون کو اِس ملک کی بہتری اور سرافرازی کا خیال ہے اُنھین پہلے ہی سے آپ نے جان لیا ہے اُنھین لارڈ کرزن کی تجویز پسند آئے گی مین آپ حضرات کے بیانات بخوشی اُن کی خدمت مین پیش کرون گا۔

اسی بیان کی ظاہری صورت یہ تھی کہ جلسے ہی اُردو اسپیچ کا پہلا نعرہ مسٹر فلر کی زبان سے نکلا فوراً تخت شاہیانہ کے تمام مسلمانون نے خوشی کے نعرے بلند کیے اور اُن کے نعرہ کی آواز سُن کر باہر کے مجمع نے ایسے ہی نعرے بلند کیے اور ہز آنر تھوڑی دیر تک ساکت رہے اُس کے بعد اعلے درجے کے ہندوستانی حضرات اور افسر ہز آنر کے سامنے پیش کیے گئے ہز آنر نے اُن سے نہایت دوستانہ اخلاق کے ساتھ ملاقات کی ازان بعد ہز آنر نماز پڑھنے کے لیے سینٹ ٹامس گرجا گھر کو روانہ ہوئے۔

لفٹنٹ گورنر کے بعض جوابی فقرون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اِس جلسہ مین ہندو نہ تھے۔

اودھ اخبار

مجوزہ مڈیکل کالج لکھنؤ

۷-نومبر ۱۹۰۵ء روز سہ شنبہ کو گیارہ بجے دن کے بارہ دری قیصر باغ لکھنؤ مین ایک پبلک جلسہ منعقد ہوا۔ اِس جلسے مین تعلقداران اودھ اور رئیسان صوبہ آگرہ شریک تھے۔ یہ مجمع جیسا مطلوب تھا ویسا تو نہ تھا لیکن ہر قسم اور ہر طبقہ کے لوگ موجود تھے۔ ہز آنر ٹھیک گیارہ بجے دن کے داخل جلسہ ہوئے۔

ہز آنر کی تشریف آوری کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ آنریبل راجہ علی محمد خان صاحب تعلقدار محمود آباد نے تحریک، اور نواب ممتاز الدولہ فیاض علیخان سی۔ ایس۔ آئی۔ رئیس پہاسو نے تائید کی کہ ہز آنر جلسے کے پریسیڈنٹ مقرر کیے جائین۔ رزولیوشن بالاتفاق منظور ہوا اِس کے بعد جنرل سکرٹری آنریبل راے ہرپرام صاحب بہادر نے ۲۰- اکتوبر ۱۹۰۵ء کے جلسے کی یادداشت پڑھی۔

ہز آنر گورنر بہادر نے اُردو مین طویل تقریر ارشاد فرمائی اور اُس مین بیان کیا کہ کیونکر اِس تجویز کی ابتدا کی گئی اور کہان تک اِس مین کامیابی ہوئی۔ اِس کے بعد جو مطالب ہز آنر نے تقریر مین بیان فرمائے اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ مجھ کو اِس بات مین کوئی شک نہین ہے کہ مڈیکل کالج کی یہ

تجویز اعلیٰ حضرت ملک معظم اور اعلیٰ حضرت کے صاحبزادے بلند اقبال (ولی عہد بہادر تاج) کو بھی بہت ہی پسند آئے گی۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت اور ولی عہد بہادر کو بھی ان تمام تحریکات سے بڑی دلادیزی پائی جاتی ہے۔ جو آدمیوں کو مصیبت اور تکلیف سے بچانے کے لیے کی جائیں۔ یہ کالج بھی کلکتہ اور لاہور کے میڈیکل کالج کے پیمانے پر قائم کیا جائے گا۔ اور اس پر ایک لاکھ روپیہ سالانہ صرف کیا جائے گا۔ اور اگر تعمیر عمارات اور خرید آلات کے لیے مناسب مقدار کا چندہ جمع ہو گیا تو اس ایک لاکھ روپیہ کا صرف گورنمنٹ منظور کرے گی۔ کالج کے لیے سب سے مناسب جگہ وہ زمین ہے جو رزیڈنسی کے قریب ڈفرن اسپتال کی پشت پر واقع ہے۔ ابھی تک تخمینہ نہیں تیار ہوا ہے لیکن امید ہے کہ عمارات اور آلات کے لیے دس لاکھ روپیہ درکار ہو اگر آٹھ لاکھ روپیہ کے چندہ کا بھی جلد ہو گیا تو ہز رائل ہائنس پرنس آف ویلز سے استدعا کی جائے گی کہ کالج مذکور کا بنیادی پتھر نصب فرمائیں۔ چونکہ یہ تحریک خود باشندگان ملک کی جانب سے ہوئی ہے تو یہ لازم ہے کہ وہی لوگ اس کو درجہ اتمام پر پہونچائیں۔ اگر مجھ سے چاہا گیا تو میں بعض افسروں کو بھی کام کرنے کے لیے سپرد کروں گا۔ اس تقریر کے بعد ہز آنر نے ارشاد فرمایا کہ جلسہ کی کارروائی پروگرام کے موافق شروع کی جاسے۔

اس کے بعد مندرجہ ... اور بالاتفاق منظور ... ہر ہر ڈویژن کے صدر ... اضلاع کے صدر مقامات پر ... کمیٹی اس غرض سے قائم ہو ... کے لیے چندہ اور عطایا جمع کرے۔

محرک رانا شیوراج شنکر صاحب۔

آنریبل نواب یوسف علی خان صاحب۔

مندرجہ ذیل جنٹلمینوں سے استدعا کی جاسے کہ وہ قسمت اور اضلاع کی کمیٹیوں کی ممبری قبول کریں اور اُن کو اختیار ... کہ ممبروں کی تعداد کو بڑھا سکیں۔

محرک راجہ تصدق رسول خان ... سی۔ ایس۔ آئی۔

موید۔ آنریبل رائے نہال چند صاحب بہادر (بذریعہ لیٹر خود)۔

بابو گنگا پرشاد صاحب ورما نے کہا کہ یہ تحریک صرف ایک ہی فرقہ یا جماعت تک محدود نہ رکھی جاسے۔ اعلیٰ حضرت ملک معظم قیصر ہند کے ہر طبقہ کی رعایا سے استدعا کی جاسے کہ وہ بلا لحاظ قومیت اس کام میں اعانت فرماتے رہیں کمیٹی میں یورپین اور ہندوستانی دونوں مقرر ہوں بالخصوص کا نپور ایسے مرکزی مقا... کے متعلق جن یورپین افسروں کو اس تحریک ہمدردی ہو (اور وہ کل صوبہ کے فائدے کے لیے ہے) اُن کو متعلقہ کارروائی سے الگ نہ کرنا چاہیے۔ جس سنٹرل کمیٹی نے اس تجویز کی ابتدا کی تھی اُس میں